مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، لکھنؤ کیمپس کا علمی، تہذیبی، قومی یکجہتی اور روایتی اقدار کا پاسدار

وال میگزین
کاروانِ خیال

شمارہ نمبر-۱

نومبر ۲۰۱۶ء

سرپرست اعلیٰ

شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

منتظم اعلیٰ

ڈاکٹر عبدالقدوس

زیر نگرانی

• ڈاکٹر نکہت فاطمہ • ڈاکٹر نور فاطمہ

مدیر: محمود الحسن خان نائب مدیر: کلب عباس

مجلس مشاورت

صدر: موسیٰ رضا

نائب صدر: منہ جبیں

سکریٹری: شہناز بانو

معاون سکریٹری: آفرین صدیقی

خزانچی: سنبل صدیقی

مساعدین: جمیع طلباء شعبۂ اردو و فارسی

مدیر کے قلم سے

کاروان خیال کی یہ پہلی وال میگزین جو آپ کے سامنے ہے اس کے بنیادی مقاصد ذیل میں درج ہیں:

★ تعلیمی اقدار (Educational Values) اور قومی روایات (National Traditions) کی پاسداری۔
★ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا۔
★ تعلیم نسواں پر زور دینا۔
★ اردو زبان و ادب کو فروغ دینا۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں علم ایک چراغ ہے، جس کی روشنی سے انسان زندگی کے مختلف راہوں، مرحلوں اور مواقع پر فائدہ اٹھاتا ہے، وہ اچھائی اور برائی کی سمجھ، شر اور خیر کے درمیان فرق صحیح اور غلط میں تمیز کرنا سکھاتا ہے، وہ انسان کو اس کی منزل مقصود تک پہونچانے کی ذمہ داری لیتا ہے، کسی بھی فروغ ترقی کا انحصار علم پر ہے۔ نیلسن منڈیلا نے خوب کہا ہے: ''علم سب سے بہترین ہتھیار ہے جس سے آپ دنیا کو بدل سکتے ہیں''۔

علم کی اہمیت اور فضیلت ہر قوم و مذہب میں مسلم ہے علم کی ضرورت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں بھی ہر قوم اپنی اپنی حیثیت سے علم کے میدان میں ترقی کرنے کے لئے کوششیں کر رہی ہیں اور انہوں نے علم کے میدان میں کافی ترقی بھی کر لی ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم کی ترقی کے باوجود دنیا میں دن بدن خرابیاں کیوں بڑھ رہی ہیں؟ اور اخلاقی اقدار پستی کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟

یہ ایسے سوالات ہیں جنہیں ہر حساس انسان سوچنے پر مجبور ہے، ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کو (Moral Values) اور قومی اقدار کے سرمایہ سے جوڑا جائے تاکہ تعلیم کی صحیح جہت متعین ہو سکے۔

_____ قلم میں وہ طاقت موجود ہے جو سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر سکتی ہے۔ ضایعات سے لئے کہا جاتا ہے: ''قلم کی دھار تلوار کی دھار سے تیز ہے'' یہ ایک قدیم مقولہ جس میں ایک معتبر ترین تاریخی اشارہ ہے کہ علم و قلم کی مدد سے قوموں نے اپنی کامیابی کے پرچم کو لہرایا اور دنیا پر راج کیا، خود ہمارے ہندوستان کی آزادی میں جس چیز نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا وہ کوئی اور چیز نہیں بلکہ صحافیوں اور ادیبوں کا قلم ہی تھا۔ اسی افادیت کو سمجھتے ہوئے طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔

_____ اس وال میگزین کے بنیادی مقاصد میں تعلیم نسواں کی ترغیب بھی شامل ہے۔ اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ہر بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ایک لڑکی کو تعلیم یافتہ بنانے کا مطلب پورے خاندان اور نسل کو تعلیم یافتہ بنانا ہے۔ عورت کے تعاون کے بغیر کوئی بھی قوم اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ عورت کی تعلیم صرف تعلیم ہی نہیں بلکہ قوم و ملک کی کامیابی اور ترقی کی ضمانت ہے، اسی حساسیت کے مدنظر Women Education کی ترغیب ہماری پہلی آواز ہے۔

_____ اردو زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو صرف ایک زبان ہی نہیں بلکہ ہمارا قومی سرمایہ ہے، وہ ملک کی مشترکہ تہذیب کے پھول سے نکلی ہوئی ایک خوشبو ہے جس نے ہمیشہ معطر کیا، وہ محبت، رواداری، قومی یکجہتی اور اتحاد و جمہوریت کا پیغام اپنے دامن میں رکھتی ہے، وہ جہاں ایک طرف ہماری تہذیبوں کی آئینہ دار ہے، وہیں دوسری طرف ہمارے ملک کی ایک خوبصورت تصویر بھی۔ ایسے میں اردو کے طالب علم ہونے کے ناطے ہمارا یہ اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ اردو کے اس پیغام کو عام کریں تاکہ اردو زبان سختقبل میں بھی اسی آب و تاب کے ساتھ زندہ رہے۔

اس کلمات کے بعد ہم ممنون و مشکور ہیں کیمپس کے انچارج ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب کے جنہوں نے وال میگزین نکالنے کی نہ صرف ترغیب دلائی بلکہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ ساتھ ہی ناچیز بھی اگر ہم وال میگزین کی کوآرڈینیٹرس ڈاکٹر نکہت فاطمہ اور ڈاکٹر نور فاطمہ کا شکریہ ادا نہ کریں، جن کی توجہ کے بغیر اس وال میگزین کا منظر عام پر آنا ممکن نہ تھا، اخیر میں ان تمام دوستوں کا بھی شکریہ ہم پر واجب ہے جنہوں نے اپنی تخلیقات سے اس میگزین کو سنوارنے میں مدد کی خاص کر عملی مشاورت کی وہ دوست جو ہر قدم پر ہمارے ساتھ کھڑے رہے۔ ☆☆☆

پیغام منتظم اعلیٰ

ڈاکٹر عبدالقدوس
(انچارج) لکھنؤ کیمپس، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

جلال آتش و برق و سحاب پیدا کر — فلک بھی کانپ اٹھے ایسا شباب پیدا کر
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر — جو ہو سکے تو خود انقلاب پیدا کر

عزیز طلبا و طالبات!

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی لکھنؤ کیمپس کیلئے یہ یقیناً اعزاز و افتخار کی بات ہے کہ یہاں کے اساتذہ کی خلصانہ رہنمائی اور طلبا و طالبات کی ایمانداراند جد و جہد سے سہ ماہی ''کاروان خیال'' جداریہ کا اجراء عمل میں آرہا ہے۔ اس مبارک علمی کاوش کیلئے اساتذہ باالخصوص طلبا و طالبات مبارک باد کے مستحق ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے مبارک باد قبول کیجئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے علم عمل میں برکت عطا فرمائے۔

عزیز طلبا، کامیابی ہر طالب علمی کی خواہش اور اس کی زندگی کی منزل ہوتی ہے۔ وقت کی اہمیت، اس کی قدر و قیمت، منزل کی تعیین حصول مقصد کیلئے بقین محکم، عمل پیہم اور منصوبہ بندی، کامیابی کی کنجیاں ہیں۔ ان کے بغیر کامیابی کا تصور صحرا میں پھول کھلانے اور سراب کو پانی سمجھنے کے مترادف ہے۔ لہذا وقت کی قدر کیجئے، غیر ضروری چیزوں اور مصروفیات سے اجتناب کیجئے۔ وقت یعنی اصول نوحت کی قدر کرنے والے ہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

''If you want to shine like a sun first burn like a sun. Life and time are the worlds best techers. Life teaches us to make good use of time and time teches us tha value of life.''

اسے پی ایچ ڈی عبدالکام نے کیا ہی خوب کہا ہے

''کاروان خیال'' کا مقصد علم و ادب کی آبیاری کے ساتھ ساتھ ایسے قلم کار تیار کرنا ہے جو قوم و ملت کی رہنمائی میں مؤثر کردار ادا کر سکے۔ اس لئے کہ مردوں میں قلم اور اہل قلم کی اہمیت مسلم رہی ہے۔ قلم ایک عظیم نعمت ہونے کے ساتھ رب کی بہت بڑی امانت بھی ہے۔ لہذا مجھے امید ہے کہ ''کاروان خیال'' کے پلیٹ فارم سے آپ اس نعمت کا صحیح استعمال کیجئے گے اور اس کے استعمال میں امانت داری کا مظاہرہ کر کے مظلوموں کی حمایتی کریں گے۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی لکھنؤ کیمپس آپ کے لئے ہے۔ یہاں اساتذہ آپ کی تعلیم، تربیت اور رہنمائی کیلئے ہیں۔ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اپنے اساتذہ سے زیادہ فائدہ اٹھایئے اور اپنے مستقبل کو روشن بنا کر یونیورسٹی اور اپنے والدین کی نیک نامی کا ذریعہ بننے کی کوشش کیجئے۔ عزم و ہمت اور لگن کے ساتھ محنت کیجئے۔ تفریح وقت سے بچیئے، اس لئے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے، مبارک باد قبول کیجئے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

مولانا ابوالکلام آزاد بحیثیت صحافی

مہ جبیں- (ایم اے اردو سمسٹر 1)

مولانا ابوالکلام ایک ایسی شخصیت ہے جو محتاج تعارف نہیں وہ یک وقت صحافی، سیاستداں، مفکر، مفسر اور امام الہند تھے۔ سیاست و قیادت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا صحافت کے معاشرے سے انتہائی گہرا تعلق تھا۔ صحافت کو جمہوریت کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے۔ صحافت کے تمامی زندگی میں کیا اہمیت ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید اسی مولانا آزاد نے صحافت کے میدان کو اپنے لئے میدان کار بنایا۔

مولانا آزاد 12 سال کی عمر میں تیرہ سو عالم سے ایک قلمدستہ جاری کر کے اس کے ایڈیٹر بنے۔ لطور صحافی یہ انکا پہلا قدم تھا۔ اسکی کامیابی نے ان کے حوصلہ کو اڑان دی۔ پھر 1900 کے آخیر میں ''المصباح'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ اس رسالہ میں مولانا نے علمی مضامین تحریر کیے اور تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی۔ سائنس کے مختلف موضوعات بھی قلمبند کیے لیکن بدقسمتی سے یہ رسالہ بھی زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکا۔ لیکن ان کے صحافتی قلم کا یہ سفر مسلسل جاری رہا۔ اپنے زمانے کے مشہور رسالوں میں مختلف موضوعات پر آپ لکھتے رہے جن میں لاہور کے مخزن و نگلکتہ کے حسن الاخبار کے نام ہم ہیں اور خنگ نظر کے مضامین کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

20 نومبر 1903 میں مولانا نے نگلکتہ سے ''لسان الصدق'' نامی رسالہ ماہانہ وارشائع کیا یہ رسالہ مولانا کی صحافی زندگی کا سنگ میل ثابت ہوا۔ اس رسالے نے اہل قلم کے دلوں پر ان کی فضیلات کا سکہ جمادیا جس کی مقبولیت کی وجہ سے مولانا شبلی نے رسالہ الندوہ کی ادارت کے لئے انکا انتخاب کیا۔ یہاں مولانا کا تقرر 1905 سے مارچ 1906 تک رہے۔ اس دوران شیخ غلام نے امرتسر سے ایک اخبار ''وکیل'' نکالا تھا۔ مولانا اس کے ایڈیٹر مقرر کیے گئے اور ان کی کوششوں سے یہ اخبار بہت مقبول ہو گیا۔ اسی دوران ان کے بھائی کا انتقال نگلکتہ میں ہوا۔ مولانا نگلکتہ آگئے پھر نگلکتہ ہی سے انہوں نے دارالسلطنت دہلی میں اخبار کی ادارت کی۔ نگلکتہ کے ماحول نے یہ بات بجا ثبت کر دی کہ جب تک ذاتی پرلس نہ ہو اخبار جاری کرنا اور اس کو عوام تک پہنچانا آسان نہیں ہے۔ اسی لئے اس بار انہوں نے اپنی پوری توجہ اپنا ذاتی پرلس قائم کرنے میں صرف کی۔ تاکہ وہ ایک ایسا اخبار نکالیں جو ملک کی خدمت کے ساتھ مسلمانوں کی اصلاح میں اہم رول ادا کرے۔ اس غرض سے مولانا نے 13 جولائی 1912 کو اپنا ذاتی اخبار ''الہلال'' جاری کیا جس نے صحافت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اس رسالہ میں ایسے مسائل زیر بحث آتے تھے جنھوں نے ملت اسلامیہ کے ذہنی تشنگی کو بدل دیا۔ مولانا قدماء کے طرز نثر کو صحافت کا آغاز کیا۔ اس میں حریت و صداقت کا پیغام دیا۔ یہ بات حکومت وقت کی نظروں میں خارکی طرح کھٹکنے لگی۔ انہوں نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا وہ کوئی اور چیز نہیں بلکہ صحافیوں اور ادیبوں کا قلم ہی تھا۔ اسی افادیت کو سمجھتے ہوئے طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہمارا بنیادی مقصد ہے۔

غرض یہ کہ مولانا کی پوری زندگی کا صحافت میں مرجع یا قدم کی طرح گزری جس نے اپنی قوم کی قائد اور رہنمائی کی اور صحافت کے میدان و تابندہ نقوش چھوڑے جس کی روشنی افق صحافت پر ہمیشہ جگمگاتے رہے گی۔ ☆☆☆

مسلم پرسنل لاء کیا ہے

محمود الحسن خان- (اردو ایم اے سمسٹر 1 اردو)

ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ مغلیہ دور حکومت میں ملک کا قانونی نظام (Law of Land) یعنی سول کوڈ نہیں بلکہ فوجداری قانون (Criminal Law) بھی اسلام کا نافذ تھا۔ اسی کے مطابق عدالتوں کا نظام چلتا تھا، البتہ غیر مسلموں کے لئے عائلی معاملات جیسے شادی، وراثت وغیرہ کے فیصلہ ان کے مذہب ہی کے مطابق ہوتے تھے، یہاں تک کہ ان کو رواجی قانون پر چلنے کی بھی پوری آزادی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ ہندو مسلم اپنے اپنے پرسنل لا پر عمل پیرا تھے۔

لیکن 1775 میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے عدالتوں کی از سر نو تنظیم کی، تو پہلے انگریزوں کے دور حکومت میں اسلامی قوانین کے مطابق ہی فیصلہ ہوتے تھے۔ بعد میں مذہبی تعصب کا رنگ گہرا ہونے لگا جس کی وجہ سے انگریزی قوانین کے مطابق فیصلہ ہونے لگے۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ 1862 میں اسلام کے فوجداری قانون کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ اور انڈین پینل کوڈ (Indian panel code) نافذ کر دیا گیا جو آج بھی ہندوستان میں اسی نام سے رائج ہے اور صرف عائلی شخصی امور کی حد تک اسلامی قانون کو باقی رکھا گیا جیسے نکاح، طلاق، وراثت، ہبہ وغیرہ کے قانون لیکن افسوس ناک صورت حال یہ سامنے آئی کہ بعض مسلم برادریوں نے ہندوؤں کے قوانین کا اثر لیا، بعض ہندو برادریوں نے عورتوں کو وراثت میں حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا ان برادریوں نے اس قانون کو اختیار کر لیا۔ یہ ایک تشویشناک بات تھی۔ چنانچہ ارباب عقل و دانش نے اس تنگیوں کو محسوس کرتے ہوئے حکومت کے سامنے اپنے مطالبات رکھے اور 1937 میں شریعہ ایکٹ پاس ہوا۔ جس کو مسلم پرسنل لا شریعہ ایکٹ (Muslim Personal Law Sharia Act) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس شریعہ ایکٹ میں مہر، نفقہ، طلاق، خلع، نکاح، وراثت، وصیت، اوقاف وغیرہ کے مسئلے آتے ہیں۔

ضمنی طور پر یہ بات واضح رہے کہ ابھی تک مسلم پرسنل لا کی تدوین (Codification) نہیں کی گئی ہے۔ لیکن یہ بات شریعہ ایکٹ 1937 میں طے پا چکی ہے کہ مسلمان فریقین کے درمیان فیصلہ کی بنیاد شریعت ہوگی۔ اسی وجہ سے اسلامی فقہ کو لاء (Law) کا درجہ حاصل ہے۔ اور عدالتوں میں بھی فیصلہ کی آسانی کے لئے انگریزی میں مجلہ ان لاء پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جس میں مشہور کتاب (Principle of Mohammdan Law) اور (Outlines of Mohammdan Law) کے ساتھ ساتھ فتحیہ عثمانی کی مشہور کتاب الہدایہ کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے جس کا حوالہ دے کر وکلا عدالت سے فیصلہ طلب کرتے ہیں اور عدالتیں بھی اسی بنیاد پر فیصلہ سنائی چلی آرہی ہیں۔

مختصر یہ کہ دوسرے مذاہب کے عائلی قوانین کی طرح مسلم پرسنل لا شریعہ کے بھی اپنے مخصوص عائلی قوانین ہیں جس کو مسلم پرسنل لا شریعہ ایکٹ کہا جاتا ہے۔ اور ہر مذہب کے پیروکاروں کا آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر چلنا اس پر عمل کرنا یہ دستور ہند کے بنیادی حقوق میں سے ہے۔ جس کی آزادی ملنی چاہئے اس لئے کہ انہیں گوناگوں رنگارنگی کے عکس میں رونق ہے اور یہی خصوصیت ہمیں دوسرے ممالک سے ممتاز کرتی ہے۔ ☆☆☆

قول کی معنویت

نیرج کمار (ایم اے اردو سمسٹر 1)

ایک بار مہاتما گوتم بدھ ایک جنگل سے گزر رہے تھے راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک سنسان جگہ پر زمین کھود رہا ہے۔ بدھ وہاں رک کر اس آدمی کو دیکھتے رہے تھوڑی ہی دیر میں اس آدمی نے پھاوڑے کو الگ رکھ کر زمین کے اندر سے ایک پیالہ نکالا اس پیالے میں قیمتی جواہرات اور زیورات تھے۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا وہ بدھ سے مخاطب ہو کر بولا آپ کی یہاں موجودگی ہمارے لئے مبارک ثابت ہوئی۔ کیونکہ آپ کی موجودگی سے مجھے یہ خزانہ ملا ہے۔ اس لئے میں اسے آپ کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ بدھ نے اس کی یہ بات نہ مانی اور لینے سے انکار کر دیا۔ وقت ان کے ساتھ تھا اس نے انکار کی وجہ پوچھی۔ بدھ نے کہا اس پیالے میں کچھ نہیں صرف زہر ہے۔ یہ سن کر ان کے مرید نے پیالے میں جھانکا وہ کیا جواہرات ہے پھر اتھا اس میں کوئی زہر نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اس پیالے میں کوئی زہر نہیں ہے۔ بدھ نے پھر کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اس میں سوائے زہر کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس آدمی نے بدھ کی باتوں پر یقین نہیں کیا اور برتن کو لیکر چلتا بنا، بدھ نے بھی اپنی راہ لی۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ آدمی بہت امیر ہو گیا، اس آدمی کے پڑوسی اس کے عیش و آرام کی زندگی دیکھ کر حسد کرنے لگے اور بادشاہ سے اس کی شکایت کی کہ اسے کہیں سے بہت دولت مل گئی ہے۔ بادشاہ نے اسے بلوایا اور پوچھا کہ اسے اتنی دولت کہاں سے ملی؟ تب اس نے پورا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ کی اجازت کے بغیر اتنا سب کچھ کرنے کے جرم میں اسے پورے خاندان کے ساتھ جیل میں بند کر دیا گیا۔ اس وقت اس آدمی کو بدھ کے الفاظ یاد آئے اور ان کی بات نہ ماننے پر بہت پچھتایا۔ جیل میں اس نے ایک بار بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے بدھ سے ملنے کی اجازت دی جائے۔ جب بادشاہ نے یہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ اس طرح بدھ نے اسے روکا تھا کہ یہ دولت نہیں زہر ہے مگر میں نے ان کی بات نہیں مانی اور سزا بھگت رہا ہوں۔ میں بدھ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ اتفاق سے بدھ اسی دوران اس بادشاہ کے یہاں موجود تھے۔ جب وہ بدھ کے سامنے حاضر کیا گیا تو فوراً بدھ نے اسے پہچان لیا اور اس کی خیریت پوچھی وہ شخص اس کے پیروں پر گر پڑا اور اپنی مصیبت بھری کہانی سنائی، مہاتما بدھ نے بادشاہ سے اس آدمی اور اس کے خاندان کو معافی کرنے کی درخواست کی اس کی رہائی کا فرمان جاری کیا اور بادشاہ اس طرح بدھ کی دولت و وقیمت سے آزاد ہو کر اپنے خاندان کے ساتھ چین سے باقی زندگی گزارنے لگا۔

اس مختصری کہانی سے ہمیں عبرت لینی چاہئے کہ عالموں کے قول میں پنہاں حکمت اگرچہ ہماری سمجھ سے دور ہو رہی ہے لیکن وہ راہ نجات ہوتی ہے۔

قانون کے توسط سے اردو کا تحفظ

موسیٰ رضا- (ایم اے سمسٹر 3 اردو)

قانون کی مدد سے ہم رونما ہونے والی پریشانیوں کا تدارک کرتے ہیں اور اس کی فراہم کردہ اسکیموں سے فائدہ اٹھا کر زندگی کو مزید ترقی یافتہ بناتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی قانون ہمیں سہولیات تو فراہم کرتا ہے مگر ہم اس سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ عدم آشنائی بھی ہو سکتی ہے اور عدم توجہ بھی۔ ہماری مادری زبان اردو کے ساتھ بھی یہی المیہ ہے۔ قانونی حیثیت سے وسعت حاصل ہونے کے باوجود اردو جنگ نظری کا شکار ہے۔

دفعہ 29 کے تحت تمام ہندوستانی شہریوں کو اپنی مخصوص زبان (جس میں ایک زبان اردو بھی ہے) کے تحفظ کا آزادانہ طور پر حق حاصل ہے۔ یہی نہیں اگر کوئی طبقہ اپنی زبان کے تحفظ کے لئے کوئی تعلیمی ادارہ کھولنا چاہتے تو اسے دفعہ 30 کے تحت کھلی آزادی ہے کہ وہ ادارہ قائم کر کے ساتھ ہی سرکار سے امداد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اداروں میں داخلہ کون لے؟ ظاہری بات ہے کہ جن کی مادری زبان ہے وہی اس طرف متوجہ ہوں گے اپنے بچوں کو اردو سے آشنا کرائیں تو پتا مار اسکیمیں بے سود ثابت ہوتی جائیں گی۔ اردو سے بے اعتنائی کا ایک نمونہ ٹائمس آف انڈیا کی وہ رپورٹ ہے جس نے اس بات کا ظاہرہ کیا تھا کہ اس سال 2016 میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بی اے کے اسٹوڈنٹس کے لئے مہیا کرائی گئیں 88 نشستوں پر اول نمبر میں فقط 9 رخواستیں موصول ہوئی تھیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ اردو کے ذریعہ روزگار کے وسائل کا کم کرنا ہو سکتا ہے۔ لیکن قوید طلب بات یہ ہے کہ اردو کے ذریعہ وسائل بڑھانے کی کوشش کتنی کی گئی ہے؟ جب تک کہ اس زبان کی ادغا قونی محاذ پر تزئیل تبلیغ کے ذریعہ نہیں کی جائے گی اس وسائل میں کوئی خاص وسعت پیدا نہیں ہو سکتی۔

قانون ہند کے مطابق دفعہ 350 ریاست کے صاحب اختیار افراد یا اداروں پر یہ حکم لگا تا ہے کہ وہ اقلیتی طبقوں کے بچوں کی ابتدائی (پرائمری) تعلیم کا انتظام ان کی اپنی مادری زبان میں کرائے (اردو زبان بھی اس میں شامل ہے)۔ اور اگر کہیں یہ سہولت نہیں ہے تو وہاں کے علاقائی لوگ دفعہ 351 کے تحت صدر جمہوریہ ہند سے اس قانون پر عملدرآمد نہ ہونے کی شکایت کر سکتے ہیں اور صدر جمہوریہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس انتظام کو برقرار اور چست و درست رکھنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل دے جو صدر جمہوریہ کو ہر سال رپورٹ پیش کرے۔ اگر یہ ایک عمل کامل طور پر نافذ ہو جائے تو اردو کے ذریعہ روزگار کے وسائل میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ دفعہ 29 کی تشریح میں عدالت عظمیٰ نے یہاں تک اجازت دی ہے کہ ''اگر کوئی شخص اپنی زبان اور رسم الخط کی حفاظت کے لئے دوران الیکشن سیاسی تقریر بھی اپنی زبان میں کرے تو اسے انتخاب قانون بجریہ Representation of People Act 1951 کی فعد (3)123 کے تحت غلط عمل نہیں کہا جا سکتا۔''

طالب علم حضرات بھی ان سوالات کے جوابات جن کو کسی خاص زبان میں لکھنا شرط نہیں ہے، اردو زبان میں تحریر کر سکتے ہیں، نیز مسابقتی امتحانات میں بھی اردو کا اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جہاں علاقائی اظہار سے اردو داں حضرات کی تعداد کثرت سے ہے، ان علاقوں میں اردو کو Regional Language کا درجہ دلانے کی کوشش کی جا سکتی ہے جس سے بہت سے سرکاری محکموں میں جیسے بینک، ریلوے، ڈاکخانے، وغیرہ میں اردو کا استعمال ہو جائے گا جس سے اردو جاننے والوں کے وسائل روزگار میں بھی اضافہ ہوگا۔ اس کی نظیر ہمیں ماضی قریب میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ ریلوے محکمے نے اردو میں ٹائم ٹیبل شائع کرنا شروع کر دیا تھا مگر چند سال بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ غالباً خود اردو داں حضرات بھی انگریزی ٹائم ٹیبل ہی خریدتے تھے تو اردو کو کون پوچھتا؟ یا اس طرح الہ آباد شہر کی ایک تنظیم اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کی کوششوں سے ریزرو بینک (Reserve Bank of India) نے ایک مقامی بینک کا اردو میں لکھے چیک لینے اور چیک سے روپیہ دینے کا حکم کیا تھا۔ چند دنوں تک ایسا ہوا مگر بعد میں اردو زبان میں لکھے چیک لینا بند ہو گئے۔ اگر ریزرو بینک اردو کو بحیثیت لینگویج کا درجہ دے دے تو ہر بینک میں اردو میں کام ہونا لازمی ہو جائے گا جس کے لئے اردو جاننے والے حضرات کی احتیاج ہوگی۔ فقط اردو سے محبت اردو کو زندہ نہیں رکھے گی، کچھ عملی اقدام بھی ضروری ہیں۔ ☆☆☆

سر سید احمد خاں

ثناء سعید- (ایم اے اردو سمسٹر 3)

اردو ادب کی تاریخ میں سر سید احمد خاں ایک نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ ان میں ایک ایسی کشش تھی جو دوسروں کو اپنا ہم خیال بنا لیتی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے رفقائے کار میں نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، حالی، شبلی، ڈپٹی نذیر احمد اور ذکا اللہ جیسی قابل قدر ہستیاں شامل تھیں۔ سر سید کی ملی، قومی، تعلیمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کی اصلاحی تحقیقی اور تجدیدی کاوشوں کا انداز ان کی ابتدائی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے۔ سر سید کی متعدد تصانیف ہیں جن کے موضوع تاریخ، دینیات، اخلاقیات وغیرہ ہیں۔ ان میں آثار الصنادید، جلاء القلوب، تحفہ حسن، فوائد الافکار، رسالہ راستان و غیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر جو نصف نصف ہو سکی اس کی بھی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے سائنٹفک سوسائٹی قائم کر کے اپنی اصلاحی کوششوں کو باقاعدہ منظم شکل دی۔ سوسائٹی کے ذریعہ سر سید نے مسلمانوں کو مایوسیوں و قوطیت کے جہنم سے نکال کر نئے علوم حاصل کرنے، مذہب کو دائل عقلی سے سمجھنے، جدید علمی کاموں میں زبان اردو کو استعمال کرنے اور اس کے ادب کو معیار کے پہچاننے کا کام لیا۔ اسی طرح تہذیبی و معاشرتی اصلاح کے ذریعہ مسلمانوں کو بہترین شہری بنانا چاہا۔ ان کی اصلاحی کوششوں کا اندازہ رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے مضامین کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

سر سید کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے دنیا کی بولتی ہوئی تصویر کو نہ صرف پہچانا حالات کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کا حوصلہ دیا بلکہ پیش قدمی کر کے قوم کو وہ راہ دکھائی کہ وہ اس میدان میں قائدانہ کردار کا مظاہرہ کر سکے۔ سر سید کی بنیادی فکروں میں ایک فکر یہ بھی کہ عوام میں سائنسی تفہیم و ادراک کو مکمل بنایا جائے۔ ساتھ ہی آپ نے تعلیم نسواں پر بھی کافی زور دیا۔ مختلف رسائل میں سر سید کے مضامین اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سر سید کی زندگی کا گویا مقصد ہی قوم اہل وطن کو مل کر رکھنے کی ترغیب دینا اور بتانا کہ ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا تعاون پیش کرتے تھے۔ سر سید میں قومی یکجہتی کا جذبہ بہت زیادہ تھا وہ ہندوستان کو ایک دلہن سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ''ہندوستان ایک خوبصورت دلہن کی طرح ہے جس کی دو آنکھیں ہیں ایک ہندو اور ایک مسلمان'' انہوں نے ہندو مسلم یکجہتی پر زور دے کر قوم کو امید اور قومی یکجہتی کے معنی، تعلیمی، ادبی، ثقافتی اور معاشرتی ماحول کو ایک جدید فکر سے روشناس کرایا۔ سر سید کو بھی اپنی زندگی میں برابر اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ان کو فرقہ وغیرہ بھی کہا گیا۔ لیکن ان تمام اعتراضات کا جواب انہوں نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے دیا۔ جیسا کہ غالب کہتے ہیں۔

آ ہی دام شمشیر دل جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سر سید نے ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے لئے جو معاشرتی تعلیمی، مذہبی، سیاسی اور ادبی اصلاحی کام انجام دئے ان کو کسی بھی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سر سید کے کارناموں پر گہری نظر ڈالنے سے ان کی شخصیت میں بصیرت، دور اندیشی اور باطنی وقت کی جو جھلک نظر آتی ہے وہ دیگر شخصیات میں خال خال ہی ملتی ہے۔ ☆☆☆

معاشرے میں عورت کا مقام

عابدہ عارف- (ایم اے اردو سمسٹر 1)

ایک بہتر معاشرے کی تعمیر میں عورت کا کردار بہت اہم مانا جاتا ہے۔ شاید اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ عورت کی گود بچہ کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ اس لئے ایک ماں کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر ماں پڑھی لکھی نہ ہو تو اس کی سوچ بہت محدود ہوگی اور وہ اپنے محدود سوچ کے اندر بچے کی تربیت کرے گی جس کا نتیجہ ہوگا کہ بچہ کا شعور بھی محدود رہے گا اور وہ اچھی زندگی نہیں گزار پائے گا۔

اسلام میں عورت کو جو مقام دیا گیا ہے اس سے ہر پڑھا لکھا انسان واقف ہے۔ لیکن آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے عورت کو اس کا جائز حق نہیں دیا۔ معاشرے کے بڑا ئے انھیں خاموش رکھ کر پیدا کرنے اور اپنے شوہر کی جو خصوصی کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ جب بھی کوئی عورت تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنا چاہتی ہے تو اس سے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ تم تو لڑکی ہو آگے پڑھ کر کیا کرو گی؟ آخر تمہیں گھر داری ہی تو کرنی ہے پھر یہ کہا جاتا ہے کہ لڑکی کو زیادہ نہیں پڑھنا چاہئے، بایہ کہ کالج دور تھا اس لئے بیٹی کی پڑھائی بند کروادی جیسے جملے سننے کو ملتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے خواتین کو خود پر حاوی کر رکھا ہے۔ اگر مسلمان عورتوں کو اسلام کے مطابق ان کا جائز حق دیا جاتا تو ماضی کی طرح آج بھی وہ بہترین معاشرے کی تعمیر میں اپنا رول ادا کر سکتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح حضرت خدیجہؓ نے بہترین تجارت کے امور انجام دئے اور پیغمبر اسلام کے ساتھ بھی شانہ بشانہ کھڑی رہی تھی۔ حضرت عائشہؓ ایک عورت ہی تو تھیں انہوں نے اسلام کی اشاعت میں اہم رول ادا کیا۔

اگر ہمارے معاشرے میں مسلمان عورتوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی جائے اور ان کے جائز حقوق ادا کئے جائیں تو ایک بہترین معاشرے کی تشکیل ہو سکتی ہے۔